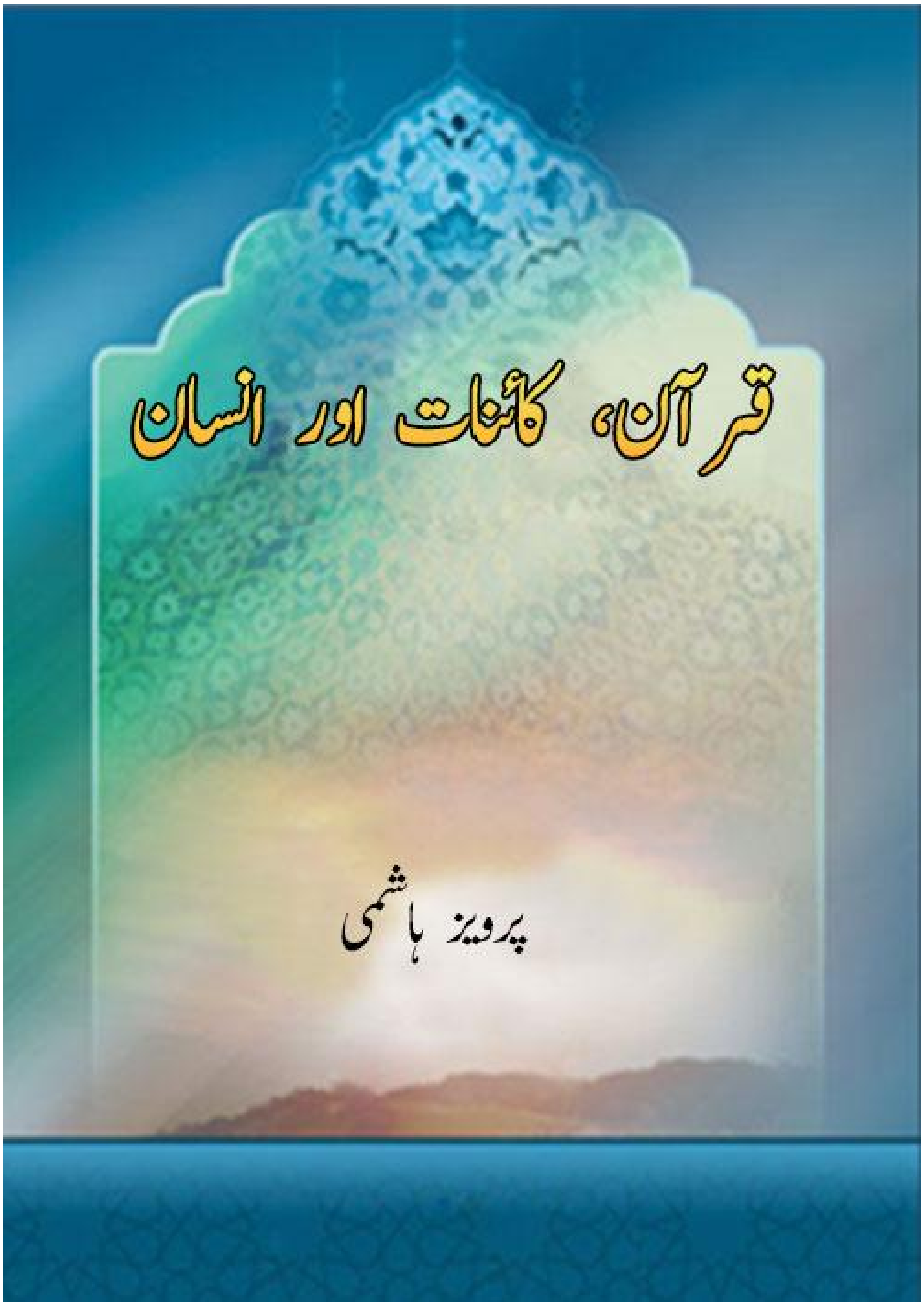
قرآن، کائنات اور انسان
پرویز ہاشمی

قرآن، کائنات اور انسان

پرویز ہاشمی

ماخذ: اردو کی برقی کتاب

پیش لفظ

فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ ان کی آنکھ کھلی تو وقت دیکھا۔ تین بج رہے تھے، "اس وقت فون! یا اللہ خیر!" بے اختیار ان کے منہ سے نکلا۔ وہ جوتا پہنے بغیر اپنے کمرے سے نکلے۔ فون لاؤنج میں رکھا تھا۔ یہ کھٹکا بھی ذہن میں تھا کہ کہیں فون بند ہس نہ ہو جائے۔ وہ جلدی سے فون تک پہنچے۔ رسیور اٹھایا۔ السلام علیکم سے بات کا آغاز کیا، مگر جواب میں انھیں وہ کچھ کہا گیا جس کی ان کو ہرگز ہرگز توقع نہ تھی۔ وہ سمجھ گئے کہ انھیں محض تنگ کرنے کے لیے فون کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کا پہلا رد عمل غصے ہی کا تھا لیکن وہ ان لوگوں میں سے تھے جو سوچ سمجھ کر کام کرتے ہیں۔ انھوں نے سوچا کہ اگر میں نے ان لوگوں کو ڈانٹا، برا بھلا کہا تو ان کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ ان کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ تنگ ہونے والے کی جھڑکیوں، گالیوں اور جھنجھلاہٹ سے لطف اندوز ہوں۔ چنانچہ انھوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ ان کا مقصد ہرگز پورا نہیں کریں گے۔ لمحوں میں کیے گئے اس فیصلے پر وہ ڈٹے رہے۔ فون کرنے والے نوجوان تھے۔ وہ باری باری ان سے بات کرتے، انھیں چڑانے کی کوشش کرتے مگر وہ ان کے سامنے برف کی چٹان بن گئے تھے۔ وہ ان کی ہر بات کا انتہائی شائستگی سے جواب دیتے۔ ان کے اس رویے نے نوجوانوں کے ضمیر کو جگا دیا۔ اب ان کے لہجے میں بھی شائستگی اور احترام آ چکا تھا اور پھر یہ گفتگو ڈیڑھ گھنٹے تک جاری رہی۔ اس دوران میں انھوں نے نوجوانوں سے ہر موضوع پر بات کی۔ نوجوانوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ وہ میڈیکل کے طالب علم ہیں۔ مطالعہ کرنے کے بعد اپنی تھکن اتارنے کے لیے انھوں نے کچھ "انجوائے" کرنے کا پروگرام بنایا اور اب تک وہ اکیس آدمیوں کو جگا کر خوب "انجوائے" کر چکے ہیں۔ تب ان صاحب نے کہا کہ آپ لوگوں کی تفریح کچھ مہنگی قسم کی نہیں ہے؟ نوجوان ذہین تھے، ان کی بات سمجھ گئے اور کہنے لگے: "ہاں آپ کی بات درست ہے، ان انیس لوگوں میں کچھ ضعیف بھی تھے، بیمار بھی اور دن بھر کے تھکے ہوئے بھی!" ایسا کہتے ہوئے ان کی آواز میں پچھتاوا اور شرم ساری صاف ٹپک رہی تھی۔

مزید خفت سے بچاتے ہوئے انھوں نے نوجوانوں سے کہا کہ مجھے نماز کے لیے اٹھنا ہی تھا، آپ نے احسان کیا جو مجھے بر وقت اٹھا دیا۔ اس جملے سے فون کرنے والے بالکل ہی ڈھے پڑے، آخر میں انھوں نے ان صاحب کے دفتر کا پتا پوچھا اور فون بند کر دیا۔ اگلے روز وہ چاروں نوجوان دفتر میں موجود تھے اور انھیں یہ بتا رہے تھے کہ انھوں نے ان سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ انھیں زندگی گزارنے کا ایک نیا ڈھنگ معلوم ہوا ہے۔

بدی کو نیکی، شر کو خیر اور غصے کی چنگھاڑ کو دل آویز مسکراہٹ میں تبدیل کرنے والے ان صاحب کا نام پرویز ہاشمی ہے جن کی یہ مختصر کتاب آ پ کے ہاتھوں میں ہے۔

اقبال نے کہا تھا:

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامان موت

فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے، دل یا شکم

ہاشمی صاحب کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے دل کے حق میں فیصلہ کیا ہے۔ہاشمی صاحب جدید تعلیم اور اخلاقی تعلیم و تربیت کے ایک خوب صورت امتزاج کے حامل مصعب اسکول سسٹم کے چیئرمین ہیں۔ ادارہ علم و تحقیق، المورد کے بورڈ آف گورنرز کے ممبر ہیں۔ دنیوی تعلیم کے اعتبار سے سول انجینئر اور ایک کنسٹرکشن کمپنی، Enpar Group کے چیف ایگزیکٹیو ہیں۔ وہ دین کے بھی بہت سنجیدہ طالب علم ہیں۔ بہت وسیع مطالعہ رکھتے ہیں اور اپنے فہم دین، حاصل مطالعہ اور اپنے نتائج فکر کو دوسروں کے سامنے سوچ بچار (food for thought) کے لیے رکھنے میں بہت سرگرم رہتے ہیں۔ ان کی یہ مختصر مگر بہت اہم کتاب اس بات کا واضح ثبوت ہے۔

المورد کے ساتھ الحاق شدہ ہماری مشترکہ کاوش اردو ویب سائٹ "ہم سب دوست" (www.humsubdost.org) کے ایک سیکشن "دانش ور نوجوانوں کے لیے" سے حاصل کر کے، دعوتی تاثیر کی حامل یہ فکر انگیز تحریر کتابی صورت میں شائع کی جا رہی ہے۔

نعیم احمد بلوچ / محمد بلال

دیباچہ

یہ محض اندھا عقیدہ (Blind Faith) نہیں کہ قرآن مجید، الٰہی کلام ہے، بلکہ ایک ایسی روشن حقیقت ہے، جسے عقلی دلائل کے ساتھ ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اس مختصر کتاب میں کچھ ایسے ہی دلائل بیان کیے گئے ہیں، جنھیں پیش کرنے کا مقصد محض یہ ہے کہ ہمارے اندر زندگی کے اعلیٰ حقائق کے بارے میں سوچ بچار کا عمل (Thought Process) شروع ہو جائے اور ہم ذہنی طور پر اللہ تعالیٰ کے آخری Reminder کو سمجھنے کی ضرورت محسوس کرنے لگیں۔

اس کتاب کو بہتر بنانے کے لیے اگر قارئین اپنے مشوروں سے نوازیں تو میں بے حد شکر گزار ہوں گا۔

پرویز ہاشمی

A12 شادمان I لاہور

فون: 7586238 - 75867937

ای میل: parvezhashmy@hotmail.com

قرآن، کائنات اور انسان

قرآن مجید تقریباً پندرہ سو سال پہلے نازل ہوا۔ اس کے نزول کا مقصد موجودہ عارضی زندگی میں انسان کی بحیثیت فرد اور معاشرہ رہنمائی کرنا ہے۔ انسان کو چونکہ ہمیشہ ہی سے ہدایت کی ضرورت رہی ہے اور رہے گی، اسی لیے اللہ تعالی نے اپنے اس آخری پیغام کو ہمیشہ کے لیے ہر قسم کی تحریف سے محفوظ کر لیا ہے:

"بے شک ہم نے ہی اس پیغام کو نازل کیا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔" (الحجر15:9)

اگرچہ قرآن مجید کے Reader کو اس میں حیرت انگیز طور پر متعدد ایسی آیات ملیں گی جو کسی نہ کسی طرح سائنسی مظاہر سے متعلق ہیں، تاہم ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید اصلاً کوئی سائنس کی کتاب نہیں اور نہ ہی اس کا مقصد سائنس کی Promotion ہے۔ اس کا بنیادی پیغام آیندہ آنے والی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کی یاددہانی اور منادی ہے۔ وہ اس حقیقت کی جانب مختلف اسالیب میں توجہ دلاتا ہے۔ اسی حقیقت کو ثابت کرنے کے لیے وہ انسان کو خود اس کے اپنے اندر موجود نشانیوں اور کائنات میں پھیلے ہوئے مختلف مظاہر پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ ان سائنسی مظاہر کے متعلق قرآن مجید کا بیان مختصر اور جامع ہے۔ یہ اپنے ماننے والوں کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ ان اشاروں کو مشعل راہ بنا کر تحقیق کریں اور حقائق کی تہ تک پہنچیں۔ یہ عمل نہ صرف ان کے آخرت کے متعلق موروثی عقیدے کو یقین میں بدلنے کا ذریعہ بن سکتا ہے، بلکہ علم اور ایجادات کی دنیا میں بھی انھیں سب سے ممتاز بنا سکتا ہے۔

ابتداً عرب کے مسلمانوں نے قرآن کی اسی ہدایت پر عمل کیا اور سائنس کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ جدید سائنسی علوم کے بانی مسلمان ہی ہیں۔ انھی سے اہل یورپ نے یہ علم سیکھا اور اسے آگے بڑھایا اور اس طرح وہ دنیا کے لیڈر بن گئے۔

اکیسویں صدی میں انسانی علم کی سطح بہت بلند ہو چکی ہے۔ جدید سائنس نے ایسے ایسے انکشافات کیے ہیں، جن کے متعلق انسان پہلے تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن حیرت انگیز طور پر یہ بات سامنے آئی ہے کہ اب تک کے تمام دریافت شدہ مسلمہ حقائق (Established Facts) بغیر کسی استثنا کے قرآن مجید میں درج بیانات کے عین مطابق ہیں۔ اسی حقیقت کو مشہور فرنچ سرجن سائنس دان موریس بکائی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب The Bible, The Quran and Science میں بیان کیا ہے۔ ان کے مطابق جدید سائنس نے قرآن مجید کی بیشتر ایسی آیات کو سمجھنا آسان کر دیا ہے جن کی صحیح تشریح سائنسی علوم کی کمی کی وجہ سے پہلے ممکن نہ تھی۔

رحم مادر میں تخلیق کے مدارج

رحم مادر میں بچے کی تخلیق کے مدارج (Embryology) کا علم جس تفصیل اور صحت کے ساتھ ہمیں اب حاصل ہے، وہ پہلے ممکن نہ تھا، کیونکہ رحم مادر کے اندر کا عمل فلمانے والے Microscopic Cameras ایجاد ہی نہیں ہوئے تھے، مگر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان کیمروں کی مدد سے جو حقائق سامنے آ رہے ہیں، وہ قرآنی بیانات کے عین مطابق ہیں۔ دنیا کے مشہور ترین Embryologist ڈاکٹر کیتھ مور کے مطابق قرآن مجید اس علم یعنی Embryology میں وقت سے بہت آگے ہے۔

قرآن مجید Embryo کے دوسرے مرحلے کو "علقہ" یعنی جونک کہتا ہے۔ اس بیان کی حقیقت پہلے کسی بھی انسان کی سمجھ سے باہر تھی۔ دو مسلمان ڈاکٹروں نے اس علم یعنی Embryology کے ماہر ترین انسان ڈاکٹر کیتھ مور سے رابطہ کیا اور انھیں تحقیق پر آمادہ کیا، تاکہ حقیقت سامنے آ سکے۔ تحقیق کے نتیجے میں ڈاکٹر کیتھ مور پر حیرت ناک انکشاف ہوا کہ واقعی حمل کے تقریباً چوتھے ہفتے میں Embryo کی شکل ہو بہو جونک جیسی ہوتی ہے اور وہ جونک ہی کی طرح Uterus کی دیوار سے چپک کر ماں سے اپنی خوراک حاصل کرتا ہے۔ ڈاکٹر مور نے کینیڈین ٹیلی ویژن پر انٹرویو میں اپنی ریسرچ کی تفصیل بتائی اور کہا:

"آج سے پہلے کسی انسان کو اس حقیقت کا علم ہونا قطعاً ناممکن ہے کیونکہ Micer Lenses ایجاد ہی اب ہوئے ہیں۔ چنانچہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کا علم ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ چودہ سو سال پرانی کتاب میں اس کے ذکر کی صرف اور صرف ایک ہی توجیہ ہو سکتی ہے کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) کو اس نے Reveal کیا ہے جو ہر چیز کا خود بنانے والا ہے۔"

ڈاکٹر مور نے اپنی کتاب "The Developing Human" 3rd Edition 1982 میں Embryo کی اس Stage "علقہ" کو بیان کیا ہے اور جونک اور علقہ کی تصاویر ساتھ ساتھ دی ہیں جنھیں دیکھ کر پہچاننا محال ہے کہ ان میں Embryo کون سا ہے اور جونک کون سی ہے۔ دیکھیے قرآن مجید دوسری زندگی پر دلیل دیتے ہوئے کس خوبی سے Embryo کے مراحل بیان کر رہا ہے:

"اے لوگو! اگر تم دوبارہ جی اٹھنے کے باب میں شبہ میں ہو تو دیکھو کہ ہم نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر پانی کے ایک قطرے سے، پھر جونک سے، پھر لوتھڑے سے، (جس میں سے) کوئی کامل ہوتا ہے اور کوئی ناقص۔ ایسا ہم نے اس لیے کیا تاکہ تم پر اپنی قدرت و حکمت اچھی طرح واضح کر دیں اور ہم رحموں میں ٹھیرا دیتے ہیں، جو چاہتے ہیں اور ایک مدت معین کے لیے۔ پھر ہم تم کو ایک بچے کی شکل میں برآمد کرتے ہیں، پھر ایک وقت دیتے ہیں کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو۔ اور تم میں سے بعض پہلے مر جاتے ہیں اور بعض بڑھاپے کی آخری حد کو پہنچ جاتے ہیں، حتیٰ کہ وہ کچھ جاننے کے بعد کچھ بھی نہیں جانتے۔"

(الحج22:5)

"اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا، ہم نے پانی کی ایک بوند کو جونک کی شکل میں ایک محفوظ مستقر میں رکھا، پھر ہم نے پانی کی بوند کو جونک کی شکل دی، پھر جونک کو گوشت کا لوتھڑا بنایا۔ پس لوتھڑے کے اندر ہڈیاں پیدا کیں۔ پس بڑا ہی با برکت ہے، اللہ بہترین پیدا کرنے والا، پھر ان سب کے بعد لازماً مرنا ہے۔ پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔"

(المومنون 23:12-16)

"پڑھ اپنے مالک کے نام سے جس نے تخلیق کیا انسان کو ایک جونک کی سی چیز سے۔" (العلق96:1-2)

قرآن مجید ایک ایسے زمانے میں نازل ہوا جب انسان کی افزائش نسل سے متعلق معلومات نہایت محدود تھیں۔ قرون وسطی میں اور جدید زمانے تک بھی اس موضوع کو ہر قسم کی بے سروپا کہانیاں گھیرے ہوئے تھیں۔ اس ضمن میں صحیح معلومات کا آغاز خوردبین کی ایجاد کے بعد شروع ہوا۔ لہذا علم جنین (Embryology) کے بنیادی تصورات سے متعلق معلومات نزول قرآن اور اس کے بعد کی صدیوں تک نا معلوم تھیں، مگر حیرت انگیز طور پر قرآن افزائش نسل کے مراحل کو نہ صرف واضح الفاظ میں بیان کرتا ہے، بلکہ کسی ایک مقام پر بھی ان کے غیر صحیح ہونے کا کوئی امکان نہیں۔

قرآن میں ان مدارج سے متعلق ہر بات آسان لفظوں میں بیان کر دی گئی ہے، جو آسانی سے انسان کی سمجھ میں آنے والی ہے اور صدیوں بعد دریافت ہونے والے حقائق سے پوری طرح مطابقت رکھتی ہے۔ مثلاً بار آوری کا عمل رقیق مادے کی نہایت قلیل مقدار سے انجام پانا، مرد کے مادہ منویہ کا بچے کی جنس کا ذمہ دار ہونا، بار آور شدہ بیضہ کا استقرار تین پردوں کے اندر ہونا اور رحم کے اندر Embryo کا ارتقا۔ ڈاکٹر موریس بکائی کے بقول پندرہ سو سال پرانی کتاب کے ان بیانات اور جدید سائنس سے حاصل شدہ ان حقائق میں مطابقت کے نتیجے میں آدمی مکمل طور پر حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔

تمام اجرام فلکی کا حرکت پذیر ہونا

قرآن مجید کے نزول کے وقت یونانی مفکر بطلیموس (Ptolemy) کا نظریہ کائنات مانا جاتا تھا جس کے مطابق زمین کائنات کا مرکز (Centre) ہے اور اس کے علاوہ تمام اجرام فلکی اس کے گرد گھوم رہے ہیں۔ چاند ایک Hollow Ball میں Fixed ہے جو شیشے جیسی کسی شے سے بنا ہوا ہے۔ دیگر سیارے (Planets) اور سورج بھی Hollow Ball میں ہیں، جس میں ستارے Fixed ہیں۔ اس نے تمام نظام کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ ستاروں کا ظاہر ہونا اور ڈوبنا بھی اسی Ball کی حرکت کی وجہ سے ہے۔

اہل یورپ پندرھویں صدی تک ان نظریات کو درست سمجھتے رہے۔ اس کے بعد یورپ میں سائنسی ریسرچ کے دور کا آغاز ہوا۔ سولہویں صدی میں پولینڈ کے ماہر فلکیات Copernicus نے اپنا انقلابی نظریہ پیش کیا جس کے مطابق مرکز زمین نہیں، بلکہ سورج ہے۔ زمین اور دیگر سیارے اپنے اپنے مرکز کے گرد گھومتے ہوئے، دائروں میں سورج کے گرد گردش کر رہے ہیں۔ ایک اور ماہر فلکیات Johannes Kepler نے سترھویں صدی میں بتایا کہ سیارے دائرے میں نہیں، بلکہ Ellipse میں گردش کر رہے ہیں۔ اطالوی سائنس دان گلیلیو نے اپنی بنائی ہوئی دوربین سے مشاہدہ کر کے ان حقائق کی تصدیق کی۔

یہ سائنسی نتائج، چونکہ بائبیل کے بیانات سے مطابقت نہ رکھتے تھے، اس لیے کلیسا (Church) نے ان تحقیقات کو نہ صرف مذہب کے خلاف قرار دیا، بلکہ فتویٰ لگا دیا کہ جو کوئی انھیں تسلیم کرے گا، وہ کافر تصور ہوگا اور اسے سخت ترین سزائیں دی جائیں گی۔ جب بھی کوئی اہل علم ان تحقیقات کے حق میں آواز بلند کرتا تو اسے کافر قرار دے کر سخت ترین سزائیں دی جاتیں اور اسے بائبیل میں موجود نظریات ماننے پر مجبور کیا جاتا۔ اسی سبب سے مغرب میں اہل علم مذہب سے باغی ہو گئے۔ بعض وجوہ کے باعث ہمارے ہاں کا تعلیم یافتہ طبقہ چونکہ ذہنی طور پر اہل مغرب کے پیچھے چلتا ہے، لہذا ان کی تقلید میں اس نے بھی اپنے دین سے باغیانہ روش اختیار کر لی اور مذہب اور سائنس کو جدا تصور کیا۔ انھوں نے یہ زحمت ہی نہ کی کہ قرآن کا خود مطالعہ کرتے اور دیکھتے کہ کیا اس میں بھی ایسے ہی غلط نظریات موجود ہیں؟

ہم نے قرآن مجید پر ملاؤں کا قبضہ تسلیم کر لیا۔ ان کی بے سروپا کہانیاں سن کر تصور کر لیا کہ شاید قرآن بھی اسی قسم کی حکایتوں اور قصوں کا مجموعہ ہے۔ چونکہ ملا کو جدید تعلیم اور قرآن حکیم پر غور و فکر اور تدبر سے کوئی سروکار نہ تھا، لہذا ہم لوگوں تک یہ بات پہنچ ہی نہ سکی کہ قرآن حکیم کے بیانات نہ صرف ثابت شدہ سائنسی تحقیقات کے عین مطابق ہیں، بلکہ محققین کی آئندہ تحقیق کے لیے بھی اس میں Guide Line موجود ہے۔

گلیلیو کے بعد آئزک نیوٹن نے 1668ء میں بہتر دوربین بنائی اور اپنے مشہور قانون Law of Gravitational Attraction کے ذریعے سے اجرام فلکی کی حرکات کے اصول وضع کیے۔ انسانی علم کا دائرہ وقت کے ساتھ ساتھ پھیلتا گیا اور امریکہ کے Edmin Hubble نے بیسویں صدی کی اہم ترین دریافت یہ کی کہ ساری کہکشائیں (Galaxies) بڑی تیزی سے ایک دوسرے سے پرے ہٹ رہی ہیں، تمام اجرام فلکی تیر رہے ہیں اور کوئی شے بھی ساکن نہیں ہے۔

Ptolemy سے لے کر Hubble تک تقریباً دو ہزار سال کی سائنسی ترقی کے بعد انسان اس چیز کو معلوم کرنے میں کامیاب ہوا ہے کہ ہر شے اپنے اپنے مدار میں حرکت پذیر ہے اور کوئی چیز بھی ساکن نہیں ہے۔ یہی حقیقت تقریباً انھی الفاظ میں قرآن حکیم کے مختلف مقامات پر بیان ہوئی ہے۔ اگر اہل علم نے قرآن سے رہنمائی لی ہوتی تو انھیں ان حقائق کو دریافت کرنے میں اتنا وقت صرف نہ کرنا پڑتا:

"اور وہی ہے جس نے رات اور دن، سورج اور چاند بنائے۔ ان میں سے ہر ایک ایک خاص مدار (Orbit) کے اندر گردش کر رہا ہے۔" (الانبیاء21:33)

"نہ سورج کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات اور دن پر سبقت کر سکتی ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے خاص دائرے میں گردش کر رہا ہے۔" (یٰسین36:40)

"اور سورج اپنے ایک معین مدار پر گردش کر رہا ہے۔ یہ خدائے عزیز و علیم کی منصوبہ بندی ہے۔" (یٰسین36:38)

"اس نے آسمانوں اور زمین کو ایک مقصد کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ وہ رات کو دن پر ڈھانکتا ہے اور دن کو رات پر۔ اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے۔ ہر ایک چل رہا ہے، ایک خاص مقرر شدہ مدت تک کے لیے۔" (الزمر39:5)

"وہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے۔ ہر ایک گردش کر رہا ہے، ایک معین مدت کے لیے۔" (فاطر35:13)

برسوں کی تحقیق کے بعد انسانی علم اس نتیجے تک پہنچا ہے کہ اس کائنات میں موجود کوئی شے ہمیشہ کے لیے نہیں ہے، خواہ وہ سورج ہو، کوئی اور ستارہ ہو یا کہکشاں، ایک مدت کے بعد انھیں ختم ہو جانا ہے۔ ہم غور کریں تو مذکورہ آیات قرآنی سے جہاں یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ ہر چیز حرکت میں ہے، وہاں یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ یہ حرکت ہمیشہ کے لیے نہیں، بلکہ ایک مقرر شدہ مدت تک ہی کے لیے ہے۔

کائنات کا ازلی نہ ہونا

قرآن مجید کے مطابق موجودہ زمین و آسمان یعنی کائنات ازلی نہیں، بلکہ اسے ایک خاص لمحے (Particular instant) میں تخلیق کیا گیا ہے اور ایک مقررہ مدت کے بعد یہ ختم کر دی جائے گی۔ اس کائنات کا واحد مقصد قرآن مجید کے مطابق انسانوں اور جنوں (Intelligent Beings) کی درجہ بندی یعنی Grading ہے۔

قرآن مجید کے تصور کے برعکس مدتوں سے انسان کا خیال تھا کہ یہ کائنات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی، مگر جدید سائنس نے بیسویں صدی کے اختتام پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ ازلی نہیں، بلکہ ایک خاص لمحے ایک زبردست دھماکے (Big Bang) سے اس کا آغاز ہوا ہے۔ اگرچہ George Lemaitre نے اس نظریے کو 1927ء میں پیش کیا تھا، لیکن سائنس دانوں کی تائید اسے مدتوں Falsification Tests سے گزرنے کے بعد اس صدی کے آخر ہی میں پہنچ کر حاصل ہوئی ہے۔ کائنات کے اختتام کے بارے میں اگرچہ سائنس دان ابھی یک سو نہیں، مگر وہ دن دور نہیں جب اس معاملے میں بھی قرآن مجید کے بیانات کی تصدیق ہو جائے گی:

"وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا (Originator) ہے اور جب وہ کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے تو بس اس کے لیے فرما دیتا ہے ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے-''(البقرہ2:117)

"اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں بنایا اور اس کا عرش پانی پر تھا، تاکہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے۔"(ہود11:7)

"اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ایک مقصد کے لیے پیدا کیا ہے، تاکہ بدلہ دیا جائے، ہر جان کو، اس کے کیے کا اور ان کے ساتھ کوئی نا انصافی نہیں ہو گی۔"(الجاثیہ45:22)

"ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جواس کے مابین ہے، با مقصد اور ایک معین مدت تک کے لیے بنایا ہے۔" (الاحقاف46:3)

"کیا انھوں نے اپنے دلوں میں غور نہیں کیا، اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، نہیں پیدا کیا، مگر ایک مقصد کے ساتھ اور ایک مدت مقررہ تک کے لیے۔ اور لوگوں میں سے بہت سے ایسے ہیں جو اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔" (الروم 30:8)

پہاڑوں کا زمین کو متوازن رکھنا

جدید تحقیق سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ پہاڑ اصل میں زمین کا توازن برقرار رکھتے ہیں۔ جدید جغرافیائی اصطلاح میں اس توازن کو Isostasy کہا جاتا ہے، جس کے مطابق زمین کی سطح پر جو ہلکا مادہ تھا، وہ پہاڑوں کی شکل میں ابھر آیا اور جو بھاری مادہ تھا، وہ گہری خندقوں کی صورت میں دب گیا جن میں اب سمندر کا پانی بھرا ہوا ہے۔ اس طرح ابھار اور دباؤ نے مل کر زمین کا توازن برقرار رکھا ہے۔

آئیں دیکھیں کہ اس ضمن میں پندرہ سو سال قبل نازل ہونے والی عظیم کتاب کیا فرماتی ہے، جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ و سلم کا ارشاد ہے کہ اس کے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں گے:

"اور ہم نے زمین میں پہاڑ گا ڑ دیے کہ وہ ان کو لے کر لڑھک نہ جائے اور ان پہاڑوں کے اندر ہم نے راستے کے لیے درے بنائے، تاکہ وہ راہ پائیں۔"(الانبیاء 21:31)

"اس نے بنایا آسمانوں کو، بغیر ایسے ستونوں کے جو تمھیں نظر آئیں اور زمین پر پہاڑ گاڑ دیے کہ و ہ تمھارے سمیت لڑھک نہ جائے۔" (لقمان 31:10)

شہد اور شہد کی مکھی

قرآن مجید میں شہد کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس میں شفا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"اور تمھارے رب نے شہد کی مکھی پر القا کیا کہ تو پہاڑوں، اور درختوں، اور لوگ جو چھتیں اٹھاتے ہیں، ان میں چھتے بنا، پھر ہر قسم کے پھلوں سے رس چوس، پھر اپنے پروردگار کے ہموار راستوں پر چل۔ اس کے پیٹ سے مشروب نکلتا ہے جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں، اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔ بے شک اس کے اندر بڑی نشانی ہے، ان لوگوں کے لیے جو غور کرتے ہیں۔"(النحل 16:28-29)

مسلمانوں نے اس آیت کی روشنی میں، شہد کے طبی پہلوؤں پر بہت زور دیا اور ان کے ہاں دوا سازی کے فن میں اسے غیر معمولی درجہ حاصل رہا، جبکہ مغربی دنیا اس کے اس پہلو سے اس صدی تک ناواقف رہی۔ ان کے ہاں یہ محض Liquid Food تھا، لیکن اس صدی میں یورپ کے سائنس دانوں نے دریافت کیا کہ شہد میں واقعی Antiseptic Properties موجود ہیں۔

شہد ہی کے ضمن میں قرآن حکیم کے ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ خوراک کی تلاش میں نکلنے والی مکھیاں نر (Drones) نہیں، بلکہ مادہ ہوتی ہیں، کیونکہ قرآن مجید نے یہاں ان کے لیے مونث کے صیغے(Female Gender) استعمال کیے ہیں۔ یہ فرق ماضی قریب تک کسی کو معلوم نہیں تھا، کیونکہ اس موضوع پر اتنی تحقیق Microscopic Lenses کے بغیر ممکن ہی نہیں تھی۔ نر اور مادہ مکھی کا یہ فرق آج بھی کوئی Expert ہی جان سکتا ہے، لیکن قرآن مجید نے چودہ صدیاں پہلے ہی اس حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔

قرآن کا ہر تضاد سے پاک ہونا

قرآن مجید کا اپنے بیانات سے متعلق دعوی ہے کہ یہ ہر قسم کے تضادات (Inconsistencies) سے پاک ہے:

"کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے۔ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت سے تضادات پاتے۔" (النساء 4:82)

تضاد کے دو پہلو ہو سکتے ہیں: ایک داخلی اور دوسرا خارجی۔ داخلی تضاد یا غیر مطابقت یہ ہے کہ کتاب کا ایک بیان دوسرے بیان سے ٹکرا رہا ہو اور خارجی تضاد یہ ہے کہ کتاب کا کوئی بیان خارجی دنیا یا کائنات کے مسلمہ حقائق سے متصادم ہو جائے۔

اس مقام پر ہمارے لیے یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ سائنسی نظریات (Theories) اور مسلمہ سائنسی حقائق (Established Scientific Facts) میں فرق ہوتا ہے، جسے ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے بڑے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ کچھ چیزیں ہمیشہ نظریات کی حد تک رہتی ہیں اور کچھ نظریات ایک طویل عرصے تک Falsification Tests سے گزرنے کے بعد مسلمہ حقائق کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے، کسی زمانے میں نظریہ تھا، لیکن اب یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اور اسی طرح یہ کہ چاند کی اپنی روشنی نہیں یہ محض ایک Reflecting body ہے، کبھی نظریہ تھا، لیکن اب ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اسی طرح Buoyancy Principle، تمام Heavenly Bodies کی اپنے اپنے مدار میں حرکت، کائنات کا نقطہ آغاز اور اسی طرح متعدد نظریات اب مسلمہ حقائق بن چکے ہیں۔ اگر کائنات اپنے Physical Laws برقرار رکھتی ہے تو کوئی زمانہ ایسا نہیں آئے گا، جب Scientists ان حقائق کے متعلق مختلف رائے قائم کر سکیں۔

ہمارے اکثر و بیشتر مذہبی علما نظریات اور مسلمہ حقائق کے اس فرق سے آگاہ نہیں، لہذا وہ اپنے Religious Dogma کے تحت سائنس کی ہر شے کو رد کرنے کے در پے رہتے ہیں اور دوسری طرف کچھ جدید تعلیم یافتہ لوگ، اس فرق کو نہ جاننے کی وجہ سے اپنے Scientific Dogma کے تحت سائنس کی ہر چیز کو قرآن مجید میں ٹھونسنے پر تلے رہتے ہیں۔

یہ دو انتہائیں ہیں، جبکہ حقیقت ان کے مابین ہے۔ ہمارے پیش نظر یہ ہمیشہ رہنا چاہیے کہ قرآن مجید نہ کوئی سائنس کی کتاب ہے اور نہ اس کا مقصد سائنس کو Promote کرنا ہے۔ اس کا بنیادی پیغام آخرت کی یاد دہانی ہے۔ اس پر دلائل دیتے ہوئے وہ Passing References کے طور پر کائنات کے مختلف مظاہر کا ذکر کرتا ہے۔ ان References اور مسلمہ سائنسی حقائق میں کوئی تضاد نہیں ہو سکتا۔ لہذا قرآن مجید داخلی تضادات ہی سے نہیں بلکہ خارجی تضادات سے بھی پاک ہے، جبکہ کوئی بھی انسانی تصنیف ان عیوب سے مبرا نہیں ہو سکتی، جس کی وجہ انسان کا ایک خاص زمان و مکان (Time and Space) میں محدود ہونا ہے۔ چونکہ اللہ تعالی کا علم زمان و مکان سے بالا ہے، اس لیے اس کی تصنیف میں تضادات نہیں ہو سکتے۔

آئیں دیکھیں کہ قرآن مجید یہ دعوی انسانی تاریخ سے کیسے ثابت کرتا ہے۔

ملک اور فرعون

انسان کو دلائل دیتے ہوئے قرآن مجید نے قدرتی مظاہر کے علاوہ رسولوں کی تکذیب کے نتیجے میں ہلاک ہونے والی قوموں کی تاریخ کے ایسے References دیئے ہیں جن کا نزول قرآن کے وقت کسی کو علم نہ تھا اور جو صدیوں بعد آثار قدیمہ کی کھدائی کے نتیجے میں معلوم ہوئے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید حضرت موسی علیہ السلام کے ہم عصر مصری بادشاہ کو فرعون کہتا ہے، مگر حضرت یوسف علیہ السلام کے ہم عصر مصری بادشاہ کو فرعون نہیں بلکہ "ملک" کہتا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کے نزول کے وقت مصری تاریخ کی واحد Source بائیبل میں دونوں پیغمبروں کے ہم عصر بادشاہوں کو فرعون کہا گیا ہے، لیکن اب ہر صاحب علم جانتا ہے کہ بائیبل کی یہ بات تاریخی اعتبار سے غلط ہے، کیونکہ حضرت یوسف کے زمانے میں مصر پر ان لوگوں کی حکومت تھی جنھیں چرواہے بادشاہ (Hyksos Kings) کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ عرب نسل سے تعلق رکھتے تھے اور باہر سے آ کر مصر پر قابض ہو گئے تھے، مگر بعد میں مصریوں نے ان غیر ملکی حکمرانوں کو اپنی سرزمین سے نکال دیا اور اپنی حکومت قائم کر لی۔ ان مصری حکمرانوں نے اپنے لیے فرعون (یعنی سورج کا دیوتا کی اولاد) کا لقب اختیار کیا۔

قرآن مجید کے نزول کے زمانے میں یہ تاریخی واقعات لوگوں کو معلوم نہ تھے۔ بہت عرصے بعد آثار قدیمہ کی کھدائی کے نتیجے میں یہ حقائق دریافت ہوئے اور پھر ان کی بنیاد پر قدیم مصر کی تاریخ مرتب کی گئی۔ لیکن دیکھیے چودہ سو سال پہلے نہ صرف قرآن مجید نے زمین میں دفن تاریخ ہمارے سامنے رکھ دی، بلکہ بائیبل میں تحریف کی نشان دہی بھی کر دی۔

فرعون کی لاش کا محفوظ ہونا

حضرت موسی علیہ السلام کے مقابلے میں غرق ہونے والے فرعون کا ذاتی نام Merneptah تھا اور وہ رعمسیس دوئم کا فرزند تھا۔ نزول قرآن کے وقت فرعون کے غرق ہونے کے واقعہ کا ذکر صرف بائیبل کے مخطوطات میں تھا اور اس میں بھی صرف اتنا لکھا تھا: "خداوند نے سمندر کے بیچ ہی مصریوں کو تہ و بالا کر دیا اور فرعون کے سارے لشکر کو سمندر میں غرق کر دیا۔" (خروج 14:28) اس وقت قرآن نے حیرت انگیز طور پر یہ اعلان کیا کہ فرعون کا جسم محفوظ ہے اور وہ دنیا والوں کے لیے سبق بنے گا۔

"اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار کرا دیا تو ان کا پیچھا کیا فرعون اور اس کے فوجیوں نے، سرکشی اور زیادتی کی غرض سے۔ یہاں تک کہ جب وہ ڈوبنے لگا تو بول اٹھا کہ ایمان لایا کہ نہیں ہے کوئی معبود، مگر وہی جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے، میں اس کے فرماں برداروں میں بنتا ہوں۔ جواب دیا گیا۔ اب ایمان لاتا ہے، حالانکہ تم نے اس سے پہلے نافرمانی کی اور تو فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا۔ پس آج ہم تیرے جسم کو بچائیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے نشانی بنے اور بے شک بہت سارے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل رہتے ہیں۔"

(یونس 10: 92 تا95)

جب قرآن کی یہ آیت اتری تو یہ نہایت عجیب بات تھی۔ اس وقت کسی کو خیال تک نہ تھا کہ فرعون کا جسم کہیں محفوظ موجود ہوگا، مگر پروفیسر لاریٹ نے 1898ء میں آیت کے نزول سے تقریباً تیرہ سو سال بعد اس فرعون کے جسم کو مصر کے ایک قدیم مقبرے میں دریافت کر لیا۔

ارم کی دریافت

"National Geographic" دسمبر 1978، جلد 154 کے مطابق Dr. Pettinato کو Ebla(شام) میں آثار قدیمہ کی کھدائی کرتے ہوئے Stone Tablets کی صورت میں لائبریری ملی جس میں انھیں بہت سے ایسے شہروں کے نام بھی ملے جن کے متعلق خیال کیا جاتا تھا کہ وہ بعد کے ادوار میں بنے ہیں مثلاً Beirut، Babylos، Damascus اور Gaza۔ ان کے علاوہ دو شہروں کے مزید نام ملے جو بائیبل میں مذکور ہیں یعنی Gomorah and Sodom۔ اسی طرح ایک اور شہر Iram کا ذکر بھی ملا جو Dr. Pettinto کے مطابق تاریخ دانوں کے لیے تو گمنام ہے، مگر قرآن کی 89 ویں سورہ میں مذکورہ ہے۔ یعنی 1978ء میں Ebla کی کھدائی سے ثابت ہو گیا کہ ارم نام کا شہر اس دنیا میں کبھی موجود تھا۔

فروری 1992ء کے ٹائم میگزین کے مطابق Nichdas clapp نے سیٹلائٹ کے Space Imaging Radar System سے مدد لے کر عمان کے قریب اسی شہر کے آثار دریافت کر لیے ہیں۔ تقریباً 1900 فٹ ریت کے نیچے سے جو پہلی عمارت برآمد ہوئی، اس کی نمایاں چیز اس کے تقریباً نوے فٹ کے سربلند ستون ہیں:

"دیکھا نہیں، کیا کیا تیرے خداوند نے عاد کے ساتھ، ستونوں والے ارم کے ساتھ۔"

(الفجر89:6-7)

کشتی نوح

رسولوں کی تاریخ ہی کے حوالے سے قرآن مجید حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا ذکر کرتا ہے کہ وہ دنیا والوں کے لیے نشانی ہے۔ کچھ سال پہلے ایک روسی ہوا باز نے (جو راستہ بھٹک گیا تھا) برف میں پھنسی ہوئی ایک بہت بڑی کشتی کی موجودگی محسوس کی ہے۔ لہذا وہ دن دور نہیں جب قرآن مجید میں بیان کردہ دیگر نشانیوں کی طرح یہ نشانی بھی ایک انسان کے سامنے آ جائے گی:

"اور ہم نے اس کو اپنے تختوں اور میخوں والی پر اٹھا لیا اور جو چلتی رہی، ہماری حفاظت میں۔ یہ ہم نے بدلہ لینے کے لیے کیا، اس کا جس کی ناقدری کی گئی اور ہم نے اس کو ایک نشانی بنا چھوڑا، تو ہے کوئی کہ سوچے سمجھے۔"

(قمر54:13-15)

"پھر ہم نے نوح اور کشی والوں کو نجات دی اور کشی کو اہل عالم کے لیے نشانی بنا دیا۔" (العنکبوت29:15)

جدید تحقیقات اور خدا

اگر ہم غور کریں تو کیا جدید تحقیقات نے موروثی عقیدے کے طور پر نہیں، بلکہ شعوری طور پر یہ یقین کرنا آسان نہیں کر دیا کہ اس کائنات کو بنانے والی ایک ذی شعور ہستی Mind موجود ہے اور قرآن اس کا پیغام ہے جو اس نے ہماری رہنمائی کے لیے ہم تک پہنچایا ہے، ورنہ جن حقائق سے پردہ اب اٹھ رہا ہے، ان کی خبر نہایت صاف اور واضح الفاظ میں پندرہ سو سال پہلے کی کسی کتاب میں کیسے موجود ہے؟

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ ان حقائق کو ثابت کرنے کے لیے آیات کی کھینچ تان کر Interpretation نہیں کی گئی، بلکہ یہ آیات کا سادہ ترجمہ ہے۔ اس ترجمہ کی تصدیق بغیر کسی تردد کے ہو سکتی ہے، کیونکہ قرآن مجید کا Textایک زندہ زبان میں محفوظ ہے جسے تقریباً بیس کروڑ انسان بولتے ہیں اور بے شمار دوسرے اگر بولتے نہیں تو سمجھ سکتے ہیں۔

یہ سائنسی علم جو انسان نے صدیوں کی تحقیق اور مشقت کے بعد حاصل کیا ہے، کیسے ممکن ہے کہ پندرہ سو سال پہلے ایک انسان اس کا ادراک کر لے، اور پھر دنیا کے سامنے اسے کتاب کی صورت میں اس دعوے کے ساتھ پیش کرے کہ اس کی کوئی Statement کسی بھی زمانے میں غلط ثابت نہیں کی جا سکتی؟ ذرا غور کریں، کیا کوئی انسان، خواہ وہ نیوٹن ہو یا آئن سٹائن، ارسطو ہو یا افلاطون، دنیا جہان کے علوم سے متعلق صدیوں بعد کی Development کا محض اندازہ لگا کر اپنی کتاب میں ایسے چیلنج کے ساتھ پیش کر سکتا ہے؟ ہم جتنا بھی غور کر لیں، اس کی کوئی Explanation ممکن نہیں، ماسوائے اس کے کہ یہ اس ہستی (Mind) کا کلام ہے جو ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گی اور جس کا علم زمان و مکان کی قید سے بالا ہے:

"ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کے اندر بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ قرآن بالکل حق ہے۔"(حم السجدہ 41:53)

قرآن کا اصل پیغام

کیا ہم تعلیم یافتہ لوگ اس لحاظ سے خوش قسمت نہیں کہ ہم اپنے علم کے ذریعے سے دو اور دو چار کی طرح اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ اگر پندرہ سو سال قبل دی گئی قرآن کی یہ خبریں درست ہیں تو وہ خبریں بھی یقیناً درست ہوں گی، جو اس وقت ہمارے حواس کے دائرے میں نہیں آ رہیں۔

قرآن خبر دے رہا ہے کہ کسی اور جگہ پر ہماری ابدی زندگی ہوگی۔ قرآن خبر دے رہا ہے کہ جنت و جہنم واقعی ہیں، یہ محض استعارے نہیں۔ قرآن خبر دے رہا ہے کہ وہاں سزا بھی جسمانی ہوگی اور جزا بھی، وہاں ہم سب باقاعدہ ایک دوسرے سے مل سکیں گے، ایک دوسرے سے بات چیت کر سکیں گے، حتیٰ کہ جنتی اور جہنمی بھی ایک دوسرے سے رابطہ کر سکیں گے۔

قرآن خبر دے رہا ہے کہ اے انسانو! یہ دنیا تمھارا گھر نہیں، بلکہ Place of Duty ہے۔ اسے گھر سمجھتے رہو گے تو مارے جاؤ گے، یہ زندگی تو محض کچھ دیر کی آزمائش اور امتحان ہے۔ اس کائنات کو بنانے اور اس میں زندگی اور موت کا سلسلہ تخلیق کرنے سے مقصود Merit پر تمھاری درجہ بندی (Grading) ہے:

"اور وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین (کائنات) کو چھ دنوں میں اور اس کا عرش پانی پر تھا، تاکہ وہ تمھارا امتحان کرے کہ تم میں سے عمل کے اعتبار سے کون بہتر ہے۔" (ہود 11:7)

"ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو بھی ان کے مابین ہے، با مقصد اور ایک معین مدت تک کے لیے بنایا ہے۔" (الاحقاف 46:3)

"وہی ہے جس نے زندگی اور موت کا سلسلہ تخلیق کیا، تاکہ وہ تمھارا امتحان کرے کہ تم میں سے عمل کے اعتبار سے کون بہتر ہے۔" (ملک 67:2)

اور قرآن ہی خبر دے رہا ہے کہ تمھاری اصل زندگی پردے کے پیچھے آخرت کی زندگی ہے جو کامیابی کی صورت میں ہمیشہ ہمیشہ کی بادشاہی اور ناکامی کی صورت میں مدتوں کی ذلت اور ایسی دردناک سزا ہو گی کہ جس کا قرآن مجید میں تذکرہ پڑھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ قرآن بتاتا ہے کہ یہ محض ڈراوے نہیں ہیں، بلکہ ایسا ہو کر رہے گا:

"اے انسانو! یقینی طور پر اللہ کا وعدہ سچا ہے، سو کہیں تمھیں یہ دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے۔" (فاطر 35:5)

"یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے سچا بھلا کون ہو سکتا ہے۔" (النساء 4:122)

"یہ اللہ کا حتمی وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ وہ اس دنیا کے صرف ظاہر کو جانتے ہیں اور آخرت سے وہ بالکل ہی بے خبر ہیں۔" (روم 30:6-7)

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب نہ چاہتے ہوئے بھی اسے اس دنیا سے رخصت ہونا پڑے گا۔ اب اگر وہ بطور عقیدہ نہیں، بلکہ بطور حقیقت کسی اور دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کو تسلیم کر لے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ Consciously اس کی آسائش حاصل کرنے کے لیے Planning نہ کرے، جبکہ موجودہ دنیا کی تھوڑی سی آسائش کے حصول کے لیے وہ اپنے دن رات لگا دیتا ہے۔

جب وہ اس Temporary کے لیے اتنی منصوبہ بندی اور محنت کرتا ہے تو Permanent کے لیے کیوں نہیں کرتا؟ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے آپ سے یہ سوال پوچھنا ہوگا، کیونکہ یہ کسی اور کا نہیں، ہمارے اپنے مستقبل کا معاملہ ہے:

"اور جو ہماری راہ میں جدوجہد کر رہا ہے تو وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے کر رہا ہے۔ اللہ عالم والوں سے بے نیاز ہے۔" (العنکبوت 29:6)

"جو نیک عمل کرے گا تو اپنے لیے کرے گا۔ اور جو برائی کرے گا، اس کا وبال اسی پر آئے گا اور تیرا رب بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا نہیں۔"

(حم السجدہ 41:46)

ہر انسان اپنے عمل کے عوض رہن ہے۔ یہ اس کے اپنے ہاتھ میں ہے کہ وہ تزکیہ یا پاکیزگی کا کم سے کم معیار اسی دنیا میں حاصل کر کے اپنے آپ کو جہنم سے بچائے، وگرنہ آخرت میں اسے قیمت بہر صورت چکانی ہوگی:

"ہر شخص اپنے اعمال کے بارے میں رہن ہوگا۔ صرف داہنے والے اس سے مستثنی ہوں گے۔" (المدثر 74:38-39)

"ہر ایک اپنی کمائی کے بدلے میں گروی ہوگا جو اس نے کی ہوگی۔"

(الطور 52:21)

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جہنم تو ایک صفائی خانہ ہے، غلط طریقے سے زندگی گزارنے کے نتیجے میں جو گندگی انسان اپنے اوپر اس دنیا سے لے جاتا ہے، اس کی صفائی جہنم ہی میں ممکن ہے، مگر اس صفائی کے Process میں گندگی کے تناسب سے لاکھوں کروڑوں سال بھی لگ سکتے ہیں، کیونکہ وہاں کے پیمانے ہماری دنیا کے مقابلے میں بہت بڑے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالی کو علم ہے کہ انسان آسانی سے ان سب چیزوں کا یقین کرنے والا نہیں، لہذا وہ قرآن مجید میں بار بار نہایت منطقی طریقے سے انسان کی توجہ کائنات میں موجود اپنی نشانیوں کی طرف دلاتا ہے تاکہ انسان جان سکے کہ وہ ہر چیز کو صرف اپنے پیمانوں سے ناپ تول نہیں سکتا۔

کائنات کی لا محدود وسعت

کیا ہم نے کبھی غور کیا ہے کہ ہماری زمین جو ہمیں اتنی وسیع و عریض نظر آتی ہے، کائنات میں اس کی حیثیت سمندر کے مقابلے میں ایک قطرے سے بھی کم ہے؟ حالانکہ اس کا Diameter تقریباً تیرہ ہزار کلومیٹر ہے۔ ہماری زمین، سورج کا ایک سیارہ (Planet) ہے اور اس کا سورج سے اوسطاً فاصلہ چودہ کروڑ اٹھاسی لاکھ کلومیٹر ہے۔ یہ اپنے مرکز کے گرد سولہ سو کلومیٹر فی گھنٹے کی رفتار سے Rotate اور خلا میں سورج کے گرد ایک لاکھ دس ہزار کلومیٹر فی گھنٹا کی رفتار سے Revolve کر رہی ہے۔ یعنی ہم جتنی دیر میں دو گھنٹے کی ایک وڈیو فلم دیکھتے ہیں، یہ ہمیں لے کر دو لاکھ بیس ہزار کلومیٹر فاصلہ طے کر جاتی ہے اور وہ بھی یوں کہ ہمیں کسی قسم کی حرکت کا احساس تک نہیں ہوتا۔ سورج کے گرد اس کا ایک چکر چھیانوے کروڑ کلومیٹر کا ہوتا ہے اور وہ اسے ایک سال میں مکمل کرتی ہے۔

ہماری زمین کے علاوہ، سورج کی فیملی میں آٹھ سیارے اور بھی ہیں۔ مشتری (Jupiter) اس فیملی کا سب سے بڑا سیارہ ہے۔ اس کے حجم کا حال یہ ہے کہ اس میں ہماری زمین جیسی ایک ہزار زمینیں سما سکتی ہیں۔ یہ سورج سے 773280000 کلومیٹر دور ہے۔ دیگر سیارے عطارد (Mercury)، زہرہ (Venus)، مریخ (Mars)، زحل (Saturn)، یورینس (Uranus)، نیپچون (Neptune) اور پلاٹو (Pluto) ہیں۔ پلوٹو سورج کی فیملی کا آخری سیارہ ہے اور سورج سے اس کا فاصلہ 5872000000 کلومیٹر ہے۔

خود ہمارا یہ سورج جسے ہم روز دیکھتے ہیں اور جو ہمیں ایک معمولی Ball کی طرح دکھائی دیتا ہے، ہماری زمین جیسی چودہ لاکھ زمینوں کو اپنے اندر سمو سکتا ہے۔ یہ بھی ساکن نہیں، بلکہ خلا میں گیارہ لاکھ کلومیٹر فی گھنٹا کی رفتار سے سفر کر رہا ہے۔ یہ اپنے عظیم حجم کے باوجود ہماری Galaxy (جسے ہم Milky Way کہتے ہیں) کا درمیانے حجم کا ایک ستارہ ہے۔

ہماری اس گلیکسی کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سورج اس کے اندر اپنا ایک چکر گیارہ لاکھ کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کرتا ہوا پچیس کروڑ سال میں پورا کرتا ہے۔ ہماری اس گلیکسی کا Diameter تقریباً ایک لاکھ نوری سال (Light Years) ہے۔ یعنی اگر ہم ایک ایسا راکٹ یا Space Ship بنا لیں جو 297600 کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کر سکے تو تب بھی اسے ہماری گلیکسی کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچنے کے لیے ایک لاکھ سال لگیں گے۔

ہماری گلیکسی میں سورج کے علاوہ ایک سو بلین مزید ستارے ہیں جن میں سے بعض سورج سے کروڑہا گنا بڑے اور ہزارہا گنا زیادہ روشن ہیں مثلاً ستارہ Antaresسورج سے 3500 گنا زیادہ روشن اور اپنے اندر چھ کروڑ سورج سمو سکتا ہے۔ یہ ہم سے تقریباً 330 نوری سال دور ہے۔ اس سے بھی بڑا ایک اور ستارہ Betelguse سورج سے 17000 گنا زیادہ روشن اور ہم سے 270 نوری سالوں کی دوری پر ہے۔ Scheat, Riegel, W. Cephai, Aurigai اور Hercules ہماری گلیکسی کے ان سے بھی بڑے ستارے ہیں، انھیں Super giants کہتے ہیں۔ ان سے کروڑہا کلومیٹر بلند اٹھنے والے شعلے اللہ تعالی کی جلالی قدرت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اگر ان ستاروں کو سورج کی جگہ پر رکھ دیا جائے تو نہ صرف ہماری دنیا بلکہ ہمارے Solar System میں سوائے آگ کے کچھ نہ ہو۔ مثلاً اگر Scheat کو سورج کے مقام پر رکھ دیا جائے تو زہرہ اس کے محیط میں آ جائے اور اگر Betelguse سورج کی جگہ آ جائے تو ہماری زمین اور مریخ کو اپنے اندر نگل لے اور اگر Aurgai سورج کے مقام پر آ جائے تو سیارہ Uranus اس کے محیط میں آ جائے گا۔ یعنی سورج سے لے کر یورینس تک آگ ہی آگ ہوگی اور نظام شمسی کی آخری حدود تک شعلے ہی شعلے ہوں گے۔

انسان ان اجرام فلکی کے حجم، چمک اور رفتار کے تصور سے کانپ جاتا ہے۔ ان کی تخلیق کے متعلق سوچنے لگیں تو عقل ساتھ نہیں دیتی، ذرا فاصلوں پر غور کریں تو اگر ہم روشنی کی رفتار (جو دو لاکھ ستانوے ہزار چھ سو کلومیٹر فی سیکنڈ ہے) سے سفر کریں تو بھی اپنی ساری زندگی میں ان تک نہیں پہنچ سکتے۔ ان میں سے بعض ستارے بغیر کسی دوربین کے آسمان پر چمکتے دیکھے جا سکتے ہیں۔ چونکہ ہمیں ان کی عظمت کا علم نہیں، لہذا وہ ہمارے لیے محض ایک معمولی نقطہ ہوتے ہیں۔

قرآن مجید میں سب سے زیادہ اصرار اس بات پر کیا گیا ہے کہ ہم عقل استعمال کر کے اپنے گرد و پیش میں بکھرے مظاہر قدرت کی حقیقت کو جاننے کی سعی کریں۔ چونکہ اس کے بغیر نہ ان سب کو بنانے والی ہستی کی عظمت کا ہمیں شعور ہو سکے گا نہ ہم اس کی صحیح معرفت حاصل کر سکیں گے اور نہ اس سے اتنا ڈریں گے جتنا کہ اس سے ڈرنا چاہیے:

"بے شک، اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈریں گے جو علم رکھنے والے ہیں، بے شک اللہ غالب اور بخشنے والا ہے۔" (فاطر 35:28)

بہرحال یہ حقیقت تو صرف ہماری کہکشاں کے 100 بلین ستاروں میں سے چند ایک کی ہے جس کے پیمانے بھی شاید ہماری محدود عقل میں آنے مشکل ہیں۔ اس سے آگے چلیں تو خود ہماری کہکشاں کا کائنات میں کوئی مقام نہیں۔ ہم اپنی کہکشاں کے علاوہ محض آنکھ سے مزید تین کہکشائیں دیکھ سکتے ہیں۔ ان میں سے ایک Andromeda ہے جو ہم سے اکیس لاکھ اسی ہزار نوری سال دور ہے۔ یہ ہماری کہکشاں سے ڈھائی گنا بڑی ہے۔ یعنی اس میں ستاروں کی تعداد ڈھائی سو بلین ہے۔

اس کائنات میں اربوں کہکشائیں ایسی بھی ہیں جنھیں محض عام انسانی آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا، بلکہ انھیں دیکھنے کے لیے انتہائی طاقت ور دوربینیں درکار ہیں۔ یہ ایک دوسرے کے قریب نہیں، بلکہ ان کے درمیان لاکھوں کروڑوں نوری سال کے فاصلے ہیں۔ یہ تمام کہکشائیں ساکن نہیں، بلکہ اپنے مرکز کے گرد Rotate کر رہی ہیں اور خلا میں چل بھی رہی ہیں۔ ان میں سے بعض کی رفتار کروڑ ہا میل فی گھنٹا ہے اور یہ ہم سے لاکھوں کروڑوں نوری سال دور ہیں۔ ان لاتعداد کہکشاؤں کے گھومنے اور ناقابل تصور رفتار سے سفر کرنے کا جادوئی منظر دوربینوں کی مدد سے Deep Space میں دیکھا جا سکتا ہے۔

سائنس دان کہتے ہیں کہ اگر ہم اپنی دوربینیں لے کر اس فاصلے کے آخر تک پہنچ جائیں تو تب بھی یہی نظارہ ہوگا اور اس سے آگے بھی یہی نظارہ ہوگا، کیونکہ کائنات میں مسلسل وسعت ہو رہی ہے۔ انسانی علم ترقی کرتے کرتے، اس صدی میں پہنچ کر یہ چیزیں بیان کرنے کے قابل ہوا ہے، لیکن قرآن مجید نے پندرہ سو سال پہلے ہی یہ اطلاع ہمیں دے دی تھی:

"اور آسمان کو ہم نے بنایا قدرت کے ساتھ اور ہم بڑی ہی وسعت رکھنے والے ہیں۔"

(الذاریات 51:47)

یہ ہے اس کائنات کے پیمانوں کا ہلکا سا عکس، جو انسان بھی اس بے پایاں قوت، حیرت انگیز رفتار اور نور کے سیلاب پر غور کرے گا، وہ یقیناً پکار اٹھے گا:

"اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ کارخانہ بے مقصد نہیں بنایا۔ تو اس بات سے پاک ہے کہ کوئی عبث کام کرے، سو تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔"

(آل عمران 3:191)

پھر انسان کو اپنی یہ زندگی اور دنیا مصنوعی سی لگنے لگے گی۔ اس کا دل کانپنے لگے گا اور اس کے لیے یہ یقین کرنا قطعاً مشکل نہ رہے گا کہ اصل زندگی واقعی پردے کے پیچھے آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے، جسے ممکن بنانے والا کوئی ہماری طرح کا انسان نہیں، بلکہ وہ ہستی ہے جس نے یہ حیرت انگیز کائنات بنائی ہے۔ انسان کی دوبارہ تخلیق آسان تر ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالی بارہا انسان سے سوال پوچھتے ہیں:

"کیا تمھیں (مر کھپ جانے کے بعد دوبارہ) بنانا مشکل ہے یا اس کائنات کو جسے ہم نے بنایا ہے؟" (النزعت 79:27)

"کیا انھوں نے نہیں سوچا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، وہ قادر ہے کہ ان کی مانند پھر پیدا کر دے۔" (بنی اسرائیل 17:99)

"کیا انھوں نے غور نہیں کیا کہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں، وہ مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔"

(احقاف 46:33)

ان سوالات کا جواب کوئی بھی انسان جسے اللہ کے وجود پر یقین ہے، کیا دے سکتا ہے؟ سوائے اس کے کہ اے اللہ، واقعی تیرے لیے میرا دوبارہ پیدا کرنا مشکل نہیں، لیکن یہ جواب دینے سے پہلے اسے اپنے اوپر، اپنے گرد و پیش میں پھیلی ہوئی اللہ تعالی کی نشانیوں پر غور کرنا ہوگا، ورنہ اسے ہمیشہ اپنا دوبارہ پیدا کیا جانا مشکل نظر آتا رہے گا، حالانکہ اگر کسی شے کو بنانے میں مشکل پیش آسکتی ہے تو پہلی دفعہ آ سکتی ہے، دوبارہ بنانا تو آسان تر ہے۔

اس حقیقت کی طرف اللہ تعالی سورہ روم میں انسان کی توجہ مبذول کراتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اور وہی ہے جو خلق کا آغاز کرتا ہے، پھر وہ اس کا اعادہ کرے گا اور یہ اس کے لیے زیادہ آسان (Easier) ہے۔"

(30:27)

قرآن کو سمجھ کر پڑھنا

قرآن مجید میں اللہ تعالی انسان کو بے شمار سوالوں پر غور کی دعوت دیتے ہیں، لیکن اگر ہم قرآن مجید کو Ignore کیے رکھیں گے، اسے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کریں گے تو کیسے پتا چلے گا کہ اللہ تعالی ہم سے کیا چاہتے ہیں؟

اگر ہم اپنا وقت اور ذہانت اللہ کے پیغام کو سمجھنے کے لیے صرف نہیں کریں گے تو ہمیشہ ہمارا ایک ہی اعتراض ہوگا کہ قرآن مجید سمجھ میں نہیں آتا۔ ہمیں سنجیدگی سے اپنے آپ سے یہ سوال پوچھنا چاہیے کہ واقعی قرآن سمجھ میں نہیں آتا یا اصل بات یہ کہ ہم اسے سمجھنا ہی نہیں چاہتے؟ ہم پڑھے لکھے لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ ہم ورثے میں ملے ہوئے عقیدے، سنی سنائی باتوں اور فرقہ بندی ہی میں نہ پھنسے رہیں، بلکہ حقیقت تک پہنچنے کے لیے قرآن مجید کا بذات خود مطالعہ کریں۔ ہم ملاؤں کے دیے ہوئے تصور ہی کو نہ لے کر بیٹھے رہیں کہ قرآن ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ منطقی طور پر سوچیں، یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ جس ہستی نے انسان کو بنایا ہے، اسے ہی معلوم نہیں کہ اسے بات کیسے سمجھانی ہے:

"وہ تو دلوں کے بھیدوں سے بھی با خبر ہے۔ کیا وہ نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے، وہ تو بڑا ہی باریک بین اور خبر رکھنے والا ہے۔" (الملک 67: 13 ، 14)

اب بتائیں کیا ہمارے پاس اللہ تعالی کے اس Argument کا کوئی جواب ہے؟ انسان کے ذہن میں جو شبہات اور سوالات ہوتے ہیں، ان کا جواب سب سے بہتر طریقے سے بھلا کون دے سکتا ہے؟ ظاہر ہے وہی جس نے انسان کو بنایا ہے:

"اور ہم نے قرآن کو تذکیر کے لیے نہایت سازگار بنایا ہے، تو ہے کوئی یاددہانی حاصل کرنے والا۔" (القمر 54:32)

"اور ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں طرح طرح سے ہر قسم کی حکمت کی باتیں بیان کی ہیں، لیکن اکثر لوگ انکار ہی پر اڑے ہوئے ہیں۔"(بنی اسرائیل 17:89)

قرآن کے Student کو متعدد ایسی آیات ملیں گی جن سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے، تاکہ قیامت کے دن کم سے کم اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے والے کوئی Excuse پیش نہ کر سکیں۔ اگر اب بھی ہم اپنی خواہشات کی وجہ سے بے پروائی اور کنی کترانے کی روش اپنائے رکھیں، کمر ہمت باندھ کر اللہ کے پیغام کو سمجھنے کی کوشش نہ کریں تو یہ خود کو دھوکا دینے کے مترادف ہوگا اور اس کا خمیازہ کسی اور کو نہیں، بلکہ خود ہمیں ہی بھگتنا ہوگا:

"جو ہدایت کی راہ پر چلتا ہے، وہ اپنے ہی لیے ہدایت کی راہ پر چلتا ہے اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے تو وہ اپنے ہی اوپر وبال لاتا ہے اور کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ اٹھانے والی نہیں بنے گی۔" (بنی اسرائیل 17:15)

"یہ تو بس دنیا والوں کے لیے ایک یاددہانی ہے۔" (یوسف 12:104)

"اب تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور ایک واضح کرنے والی کتاب آ گئی۔ اس کے ذریعے سے اللہ ان لوگوں کو جو اس کی خوشنودی کے طالب ہیں، سلامتی کی راہیں دکھا رہا ہے اور اپنی توفیق بخشی سے ان کی تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لا رہا ہے اور ایک صراط مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی کر رہا ہے۔" (المائدہ 5، :15تا 16)

اب بھلا اس کتاب کو سمجھے بغیر ہمیں سلامتی کی راہیں کیسے معلوم ہو سکتی ہیں یا اسے غلاف میں لپیٹ کر رکھنے سے خود ہمارے اور دوسروں کے گھروں میں روشنی کیسے ہو سکتی ہے؟ جہالت اور گمراہی کے اندھیروں کو دور کرنے والی شمع قرآن کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ اگر ہم نے اسے صرف طاق ہی میں سجا کر رکھا تو نہ صرف ہم، بلکہ ہمارے ساتھ ساتھ وہ بھی ٹھوکریں کھاتے رہیں گے جنھیں یہ روشنی ورثے میں ملی ہی نہیں اور اس کی تمام تر ذمہ داری ہم ہی پر ہو گی۔

مسلمانوں کی غلط فہمیاں

قرآن مجید سے دوری کے باعث ہم مسلمانوں میں کئی غلط فہمیاں رائج ہو گئی ہیں۔ ہم میں سے اکثریت کا تصور یہ ہو گیا ہے کہ ہم مسلمان بحیثیت امت بخشے ہوئے ہیں۔ نماز روزے کی پابندی اگر ہو گئی تو کیا کہنے، مزید درجات بلند ہوں گے۔ اس سے آگے بڑھ کر اپنا وقت اور توانائیاں صرف کر کے اللہ تعالی کے پیغام پر غور و فکر اور اس کی Propagation کو ضروری نہیں سمجھا جاتا، بلکہ بعض اوقات اسے انتہا پسندی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ہماری طرح یہودی بھی اسی زعم میں مبتلا ہیں کہ ہم پیغمبروں کی امت ہیں، لہذا ہمیں جہنم کی آگ چھو نہیں سکتی۔ یہ سوچ نہ صرف قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے، بلکہ عقلی طور پر بھی صحیح نہیں ہو سکتی، کیونکہ کوئی انسان بھی اپنی Choice سے مسلمان، یہودی، عیسائی یا ہندو کے گھر پیدا نہیں ہوتا۔ چونکہ پیدائش میں اس کی اپنی کوئی کوشش یا Contribution نہیں ہوتی، لہذا منطقی طور پر بھی محض پیدائش کی بنیاد پر اسے سزا یا انعام نہیں دیا جا سکتا۔ اگر ایسا ہو تو اس کا مطلب ہے کہ اس کائنات کو بنانے والے کے نزدیک انصاف کی کوئی Value نہیں۔ دیکھیے، کس خوبی سے اللہ تعالی یہ غلط فہمی دور کر رہے ہیں:

"وہ کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز چھونے والی نہیں۔ ہاں اگر چند دنوں کی سزا مل جائے تو مل جائے۔ ان سے پوچھو، کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے رکھا ہے، جس کی وہ خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ اصل میں بات یہ ہے کہ تم اللہ کے ذمے ڈال کر ایسی باتیں کرتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں ہے۔ کیوں نہیں! جو کوئی بھی برائی کرے گا اور اپنی خطا کاری میں پڑا رہے گا، وہ جہنمی ہے اور جہنم میں ہمیشہ رہے گا۔" (البقرہ 2: 80 تا 81)

"کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے عمل صالح کیے، ان کو زمین میں فساد مچانے والوں کی طرح کر دیں گے، یا ہم متقیوں کو کافروں کی طرح بنا دیں گے۔" (ص 38:28)

ہمارے تصورات کے بالکل برعکس، حقیقت یہ ہے کہ ہم سے پہلی مسلم امت بنی اسرائیل پر بھی اللہ تعالی نے شہادت علی الناس یعنی دوسری قوموں پر اپنے قول و عمل سے حق کی گواہی دینے کی ذمہ داری ڈالی تھی، لیکن انھوں نے بھی ہماری طرح اس ذمہ داری کو منصب سمجھ لیا تھا، لہذا وہ مغضوب قوم ٹھیری، کیونکہ جو لوگ بھی ذمہ داریاں اٹھا کر اسے نہیں نبھاتے، وہ اللہ کے نزدیک بدترین لوگ ٹھیرتے ہیں۔

آج ہم مسلمانوں کی حالت بھی ان جیسی ہے۔ ہم خود کو اللہ کی پارٹی کے رکن کہتے ہیں، لیکن ہم میں سے بیشتر یہ معلوم کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتے کہ آخر بحیثیت پارٹی ممبر، ہمارے حقوق ہی ہیں یا کوئی ذمہ داری بھی ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ جو فرد یا گروہ ذمہ داری اٹھا کر اسے نبھانے کی کوشش نہیں کرتا، اسے اللہ تعالی کبھی معاف نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ محض، عقیدے یا کلمہ پڑھ لینے کی بنیاد پر بخشے جانے کی نفی بھی اللہ تعالی نے بارہا، قرآن میں کی ہے:

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔" (تحریم 66:6)

غور فرمائیں، خطاب ایمان والوں سے ہو رہا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو کلمہ پڑھ چکے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو آگ سے بچائیں، لہذا محض کلمہ پڑھ لینے سے آگ سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالی ایک اور مقام پر ہمیں خبردار کر رہے ہیں:

"اے ایمان والو! کیا میں بتاؤں تمھیں ایسی تجارت جو تمھیں ایک دردناک عذاب سے نجات دلا دے۔ وہ یہ ہے کہ (حقیقت میں) ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور پھر جدوجہد (Struggle) کرو اللہ کی راہ میں، اپنی جانوں اور اپنے مال کے ساتھ، یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔" (الصف 61: 10، 11)

غور کیجیے کہ خطاب پھر انھی سے ہو رہا ہے جو ایمان کے دعوے دار ہیں۔ انھیں Warn کیاجا رہا ہے کہ وہ الم ناک عذاب سے اسی صورت میں بچ سکتے ہیں اگر وہ حقیقت میں ایمان لائیں اور پھر اپنی جانوں اور اپنے مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جدوجہد بھی کریں۔ سورہ نازعات میں اللہ تعالی نے نجات کے مسئلے کو بالکل واضح کر دیا ہے:

"تو جس شخص نے سرکشی اختیار کی اور آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو ترجیح دی، اس کا ٹھکانا جہنم ہی بنے گی۔ اور وہ جو اپنے رب کے حضور میں پیشی سے ڈرا اور جس نے اپنے نفس کو خواہش کی پیروی سے روکا تو اس کا ٹھکانا لازیب جنت ہے۔" (79: 37 تا 41)

لہذا، ایمان کوئی پیدائش کی بنیاد پر حاصل شدہ لیبل یا ٹائٹل نہیں، بلکہ ہر شخص کا State of mind ہے۔ محض لیبل لگا لینے، یا زبانی دعووں سے ہمارا اپنا اطمینان تو شاید ہو جائے، لیکن یہ سب بے کار ہوگا اگر ہماری سوچ تبدیل نہیں ہوتی، یعنی ہمارا ذہن صحیح معنوں میں اللہ تعالی کی مرضی کے سامنے Submit نہیں کرتا اور ہماری ترجیحات (Priorities) تبدیل نہیں ہوتیں۔

ایمان بالغیب کا مطلب کسی چیز کو بلا سوچے سمجھے ماننے کا نہیں، بلکہ سوچ سمجھ کر، عقل و فطرت کے قطعی دلائل کی بنیاد پر بن دیکھے ماننے کا ہے۔ قرآن مجید کے مطابق آیندہ زندگی ہمارے حواس سے ماورا سہی، لیکن ہماری عقل سے ماورا نہیں۔ لہذا قرآن مجید کے مطابق ایمان Blind Belief نہیں، بلکہ ایک خالص عقلی حقیقت ہے، اور اسے عقلی طریقے ہی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ میراث میں ملنے والی کوئی شے نہیں۔

ایک اور خطرناک تصور جس میں انسان کی بے جا خواہشات اسے مبتلا رکھتی ہیں، وہ اللہ تعالی کی رحمت پر بھروسہ کر کے نا فرمانی اور گناہ کیے جانا ہے۔ حالانکہ جہاں وہ رحیم و کریم ہے، وہاں وہ عادل، بدلہ لینے والا اور منصف بھی تو ہے۔ لہذا، مکمل انصاف (Perfect Justice) کرنا اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے:

"اس نے اپنے اوپر اس رحمت کو لازم کر لیا ہے کہ تم سب کو قیامت کے روز جس کے ہونے میں کوئی شک نہیں، ضرور جمع کرے گا (تاکہ تمھارے مابین انصاف کر سکے)، لیکن وہ جنھوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈال رکھا ہے، اس بات کا یقین نہیں کرتے۔" (الانعام 6:12)

"کیا ہم اپنے فرماں برداروں کو مجرموں کے برابر کر دیں گے؟ کیا ہو گیا ہے تم کو! یہ تم کس قسم کا فیصلہ کر رہے ہو؟" (القلم 68:35-36)

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے آپ کو جھوٹی تسلیاں ہی نہ دیتے رہیں اور خود کو دھوکے ہی میں مبتلا نہ کیے رکھیں، اگر ہم نے نافرمانی ہی کی روش اپنانی ہے، تو اچھی طرح سوچ سمجھ لیں، کیونکہ اللہ تعالی کی کہی ہوئی بات اور اللہ کے کیے ہوئے وعدے کبھی جھوٹے نہیں ہو سکتے:

"اے لوگو! یقینی طور پر اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ سو کہیں تمھیں یہ دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے۔" (فاطر35:5)

"یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے، اور اللہ تعالی سے زیادہ وعدے کا سچا کون ہو سکتا ہے؟" (النساء 4:122)

"یہ اللہ کا حتمی وعدہ ہے، اور اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔" (الروم 30:6)

ہدایت کا قانون

چونکہ اللہ تعالی نے ہماری موجودہ زندگی کو آزمائش کے اصول پر تخلیق کیا ہے لہٰذا وہ زبردستی انسانوں کو صحیح راستے کی طرف نہیں موڑتا، ورنہ آزمائش کا بنیادی تصور ہی ختم ہو جائے۔ پیغام اور پیغامبر کی ضرورت نہ رہے۔ زندگی اور موت کا سلسلہ بے معنی ہو جائے، بلکہ پوری کائنات کی تخلیق ہی بے مقصد ہو جائے۔

اللہ تعالی نے انسان کو ارادے اور انتخاب کی آزادی دے رکھی ہے، خیر و شر کی پہچان کی صلاحیت وجدانی طور پر ہمارے اندر رکھ دی ہے، اب اگر ہم اس صلاحیت سے کام نہ لیں اور اسے ضائع کر کے اندھے، بہرے بن جائیں تو اللہ تعالی ہمیں زبردستی ہدایت کی طرف نہیں لائے گا، ورنہ سزا و جزا کا تصور ہی بے معنی ہو جائے گا۔

ہدایت سے متعلق اللہ تعالی کا قانون تمام انسانوں کے لیے یہ ہے کہ وہ صرف اسے ہدایت دیتا ہے جو پہلے خود ہدایت کا طلب گار ہے۔ اس کا قانون اندھا، بہرہ (جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں) نہیں ہے کہ ایک شخص ہدایت چاہتا ہی نہیں، وہ اسے زبردستی ہدایت کے راستے پر لے آئے اور دوسرا شخص ہدایت کا طلب گار ہو اور وہ اسے گمراہ کیے رکھے۔ لہذا اللہ تعالی اپنے بندوں کو اسی وقت ہدایت دیتے ہیں جب بندہ خود نہ دل سے ہدایت کا طلب گار بن جائے۔ حضرت عیسی علیہ السلام کے بقول یہ دروازہ صرف اسی کے لیے کھلتا ہے جو اسے کھٹکھٹاتا ہے اور جو اسے کھٹکھٹانے کی زحمت نہیں کرتا، اس کے لیے یہ کبھی نہیں کھلتا۔

قرآن مجید میں ہم دیکھتے ہیں کہ یہ قانون الہی نبیوں کی بیویوں، اولاد اور والدین تک کے لیے تبدیل نہیں ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اور بیٹا، حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ایک طرف، اور دوسری طرف فرعون کی بیوی، اس قانون کی واضح مثالیں ہیں۔ انتخاب کی اس آزادی کے متعلق اللہ تعالی سورہ دہر میں فرماتے ہیں:

"ہم نے انسان کو راہ سجھا دی ہے۔ اب وہ چاہے تو شکر گزاری کی روش اپنائے اور چاہے تو ناشکری کی۔" (76:3)

زندگی کا صحیح تصور

ہمیں بہت اچھی طرح سے یاد رکھنا چاہیے کہ اس عارضی زندگی میں اگر کسی کو مال اور اقتدار دیا گیا ہے تو وہ بطور انعام نہیں، بلکہ بطور آزمائش دیا گیا ہے اور اگر کسی کو یہ چیزیں حاصل نہیں تو اس میں بھی اس کا امتحان ہے، کیونکہ یہاں کسی کو دے کر آزمایا جا رہا ہے اور کسی کو نہ دے کر۔ دنیا کے مال اور اقتدار کی اللہ تعالی کے نزدیک ایک ذرے کے برابر بھی اہمیت نہیں لیکن ہم لوگوں نے انھیں بڑائی اور کامیابی کا معیار سمجھ رکھا ہے۔ اسی کو واضح کرتے ہوئے سورہ زخرف میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ ایک ہی ڈگر پر چل پڑیں گے تو ہم خدائے رحمان سے کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتیں، اور ان کی سیڑھیاں جن سے وہ اپنے بالا خانوں پر چڑھتے ہیں اور ان کے دروازے اور ان کے تخت جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں سب چاندی اور سونے کے بنوا دیتے، یہ تو محض حیات دنیا کی متاع ہے اور آخرت تیرے رب کے ہاں صرف متقیوں کے لیے ہے۔"(35-43:33)

سورہ عنکبوت میں اس دنیوی زندگی کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"اور یہ دنیا کی زندگی تو بس وقتی کھیل تماشہ ہے اور آخرت ہی ہے جو اصل زندگی کی جگہ ہے۔ کاش یہ لوگ سمجھتے۔" (29:64)

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید سمیت تمام الہامی صحیفوں کا پیغام دو جملوں میں یہ ہے کہ ایک با شعور شخص کو ترجیح موجودہ زندگی کو نہیں، بلکہ آنے والی زندگی کو دینی چاہیے، کیونکہ اس میں ہزار مصیبتیں ہیں اور یہ باقی نہیں رہتی اور وہ بہت اعلی، ہر قسم کی مصیبتوں سے پاک اور باقی رہنے والی ہو گی۔

"پر تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہت بہتر اور پائیدار ہے۔ یہی تعلیم اگلے صحیفوں میں بھی ہے۔ موسی اور ابراہیم کے صحیفوں میں۔" (الاعلی 87:16-19)

سو اللہ تعالی نے واضح طور پر دونوں راستے ہمیں سمجھا دیے ہیں اور ان کے انجام سے بھی خبردار کر دیا ہے۔ اب چاہے تو ہم اس دنیا میں اپنے آپ کو مسافر یا راہ گیر سمجھ کر اور اللہ کے پیغام کو گائیڈ بنا کر زندگی بسر کریں یا قرآن مجید سے بے پروائی اور کنی کترانے کی روش اپنائے رکھیں، سنی سنائی باتوں اور غلط تصورات میں گم ہو کر اپنے آپ کو دھوکا دیے رکھیں، حتی کہ آخری لمحہ آ پہنچے:

"کیا ایمان کا دعوی کرنے والوں کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد سے گڑگڑائیں اور وہ اس کے نازل کردہ حق (یعنی قرآن) کے آگے جھک جائیں۔ اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ بن جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر ایک طویل مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور آج ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔" (الحدید 57:16)

***

فہرست

پیش لفظ 3
دیباچہ 5
قرآن، کائنات اور انسان 6
رحم مادر میں تخلیق کے مدارج 8
تمام اجرام فلکی کا حرکت پذیر ہونا 10
کائنات کا ازلی نہ ہونا 13
پہاڑوں کا زمین کو متوازن رکھنا 14
شہد اور شہد کی مکھی 15
قرآن کا ہر تضاد سے پاک ہونا 16
ملک اور فرعون 18
فرعون کی لاش کا محفوظ ہونا 19
ارم کی دریافت 20
کشتی نوح 21
جدید تحقیقات اور خدا 21
قرآن کا اصل پیغام 22
کائنات کی لا محدود وسعت 25
قرآن کو سمجھ کر پڑھنا 29
مسلمانوں کی غلط فہمیاں 31
ہدایت کا قانون 34
زندگی کا صحیح تصور 35